تفسیر ماتریدی
تاویلات اهل السنہ

محمد صغیر حسن معصومی

ایک عرصہ سے خیال تھا کہ امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی متوفی ۳۳۳ھ کی تفسیر جو اب تک لوگوں کی دسترس سے باہر ہے تحقیق کرکے شایع کردیجائے۔ ادارے کی طرف سے ۱۹۶۳ء کے سفر ممالک اسلامیہ کے دوران اس تفسیر کے مائکرو فلم کا نمبر جامعۃ الدول العربیہ کے آفس میں منتظمین کے الطاف کریمانہ سے تقریباً دو سو نوادرات کے مائکرو فلم کے حصول کی درخواست کے ساتھ شامل کر کے میں خود داخل کر آیا تھا، اور مخطوطات کے شعبہ کے عمید ڈاکٹر عبداللہ العربی کی عنایتوں اور رفیق محترم سید رشاد عبد المطلب ناظم (سکریٹری) شعبہ کی خاص توجہ سے ۱۹۶۵ء تک ان کے مائکرو فلم ادارے میں پہنچ گئے تھے۔ ان ہی میں امام ماتریدی کی تفسیر تاویلات اهل السنۃ کے استنبول کے نسخے کا فلم بھی شامل تھا۔ مائکرو فلم سے تصویر طبع کرانے پر احساس ہوا کہ مخطوطہ لاجواب ہے مگر حروف پھیکے ہیں، ان کا پڑھنا بہت سی جگہوں میں نہایت دشوار ہے، پھر اس کے متعدد نسخے چونکہ یورپ اور ہند کی لائبریریوں میں محفوظ ہیں ان کے مائکرو فلم منگوائے بغیر اس عظیم کام یعنی تفسیر کی تحقیق کا آغاز کرنا نہایت دشوار اور بعید از دانشمندی ہوگا۔ کچھ دنوں تک اس کام کے شوق کو زمانے کی ناساعدت سے اپنے سینے میں دبائے رہا، پھر صرف ایک مخطوطے سے تحقیق کرنے کا جواز ایں طرح نکل آیا کہ آہستہ آہستہ عربی عبارت کے ساتھ اردو ترجمہ بھی تیار کیا جائے۔ اس طرح عربی عبارت میں نقائص رہ بھی جائیں تو اردو ترجمہ کی وجہ سے یہ کام محققین کے نزدیک چنداں مورد طعن و تشنیع

له بنیگا، اور اردو زبان میں ایک قابل قدر اضافه هوگا۔ غرض اس مایۂ ناز تفسیر کی اشاعت کا شوق ۱۹۷۱ع کے وسط سے تیز سے تیز تر هوتا گیا، اور الله کا نام لیکر سورۂ فاتحه کی تفسیر کی تحقیق و ترجمه میں لگ گیا۔ اس طرح دوسرے علمی و تحقیقی اشغال کے ساتھ اس نئے کام کا اضافه هو گیا، سورۂ فاتحه کی تفسیر بالاقساط عربی عبارت کے ساتھ ادارے کے ماهنامه فکر و نظر میں شایع هوچکی هے، اسی زمانے میں معلوم هوا که مصر کے دو محقق ڈاکٹر ابراهیم عوضین اور سید عوضین، مجلس اعلی ، شئون اسلامیه ، قاهره ، کے ایماء سے اس اهم کام کو انجام دے رهے هیں، الحمد لله که اس سال اس تفسیر کی جلد اول جو پاره الم کی تفسیر پر مشتمل هے اور جو ۱۳۹۱ هجری مطابق ۱۹۷۱ع میں چھپی تھی، موصول هو گئی۔

اس هیچمدان کا شایع کرده رساله سورۂ فاتحه کی عربی عبارت اور اس کے ترجمه پر مشتمل قارئین تک پہنچ چکا هے (فکر و نظر اکتوبر ۱۹۷۱ع)، یه اهل علم کا کام هے که سورۂ فاتحه کے دونوں اڈیشنوں میں مقابله کریں۔

امام ماتریدی اهل سنت و جماعت کے متقدمین علماء میں سے هیں، اور ان کی تفسیر زمان ما بعد کی تفاسیر کے اثرات سے خالی هے، نیز انهوں نے فقهی مسائل کی وضاحت کرنے میں حنفی آراء و معتقدات کا خاص اهتمام کیا هے، اور بعض اهل تصوف کی آراء کو قرآن حکیم کے واضح الفاظ و معانی کے پیش نظر جانچ پڑتال کرنے کی کوشش کی هے۔ بنا بریں اس کی اهمیت کے پیش نظر اردو ترجمه قارئین کے لئے مصری مطبوعه نسخه کے مطابق پہلی بار پیش کیا جا تا هے۔

الله بزرگ و برتر سے دعا هے که صحیح ترجمه کرنے کی صلاحیت بخشے اور هم سبھوں کو اپنے احکام پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ ساتھ هی التماس هے که مترجم اور اس کے والدین کی مغفرت کی دعا کو قارئین اپنی دعوات صالحه میں فراموش نه کریں، آمین !

(مترجم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ البقرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(اور اللہ تعالی ہی سے ہم کافر قوموں پر (غلبہ پانے کی) مدد چاہتے ہیں)

(الم۱) ان حروف کی تفسیر میں چند وجہیں بیان کی گئی ہیں :

حضرت ابن عباسرض سے روایت ہے، آپ نے فرمایا : 'الم' کا مفہوم ہے 'انا اللہ اعلم ، میں ، اللہ ، جانتا ہوں ، بعضوں نے کہا ہے کہ یہ حروف قسم ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالی نے قسم کھائی ہے ، بعض کا قول ہے کہ یہ حروف معجمہ سورتوں کی کلید ہیں۔

بعض یہ کہتے ہیں: ان حروف میں سے ہر حرف اللہ تعالی کے اسماء میں سے کسی نہ کسی اسم سے کنایہ ہے : آلف سے اللہ، ل سے لطف خدا اور میم سے ملک خدا ۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ لام سے خدا کی نعمتیں (آلاء) اور میم سے مجد خداوندی (مراد) ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ الف سے اللہ، لام سے جبریل اور میم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم (مراد) ہیں۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ حروف تشبیب کے (طور پر) ہیں تاکہ اسالیب سخن نظم و نثر اور کلام منظوم و شعر اور کلام منثور میں فرق کیا جا سکے۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ ان ٹکڑے ٹکڑے حروف کی تفسیر وہ الفاظ ہیں جو ان مقطعات کے بعد ذکر کئے گئے ہیں - جیسے اللہ تعالیٰ کا قول 'ذلک الکتاب' (البقرہ) 'الم' کی تفسیر ہے، کہیں 'الم' کی تفسیر 'اللہ لا الہ الا ہو' (آل عمران)، اور 'المص' کی تفسیر 'کتاب انزل الیک' (اعراف)، 'الر' کی تفسیر 'کتاب (ہود، ابراھیم)' اور کہیں 'الم' کی تفسیر 'تلك آیات' (لقمان) وغیرہ ہیں، جو الفاظ حروف مقطعات کے ساتھ مذکور ہیں وہ ان کی تفسیر ہی ہیں۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ ان حروف میں حساب جمل (حروف ابجد کے اعداد) کے مطابق اس امت کے ملک و سلطنت کی غایت و مدت کا بیان ہے، البتہ بعض حروف کو لوگوں نے (یہود نے) شمار کیا اور بعض کو چھوڑ دیا۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ حروف متشابہات میں سے ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو نہیں بخشا اور اللہ کو اختیار ہے کہ اپنے بندوں کو ابتلاء و آزمایش میں ڈالے (اور صبر کرنے والوں کے درجات بلند کرے)۔

بعض کا قول ہے کہ یہ لوگ اس قرآن کو نہیں سنتے تھے، (چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کی حکایت کی ہے، سورۂ فصلت: ۲۶ - ''تم نہ سنو اس قرآن کو، اور انہوں نے لغو بات کہی قرآن کے بارے میں،'' اور خود اللہ تعالیٰ کا قول ہے (الانفال: ۳۰): ''اور ان کی نماز خانہ کعبہ کے پاس نہ تھی مگر ٹھٹھا غول اور آوازیں نکالنا۔''

[illegible] کیا کہ ان کو [illegible] بنا دیں اللہ عزوجل نے [illegible] تاکہ ان کو [illegible]

[illegible] کہ یہ تم [illegible]

[illegible]

کی قسم کھائی گئی جس کی قدر مسلم ہو اور جس کی حیثیت عظیم ہو، اور وہ ایسے حروف ہیں جن سے دین و دنیا کا قوام ثابت ہے اور جن سے سارے منافع میسر ہو سکتے ہیں ـ ساتھ ہی یہ حروف دو بڑی نعمتوں پر دلالت کرتے ہیں: زبان اور سننے کی نعمتیں کہ ساری حکمتوں کی گذرگاہ ہیں، تو ان حروف کی قسم کھائی ہے کہ ان کا پروردگار مضمر ہے، یا اس تقدیر پر کہ ان کا مرتبہ مخلوق کی آنکھوں میں اجل و اعلی ہے اس لئے ان کی قسم کھائی جاتی ہے ـ اور اللہ ہی کو یہ مرتبہ حاصل ہے، اور کسی نیک عمل کے کرنے کی قوت اللہ ہی سے حاصل ہوتی ہے ـ

یہ احتمال بھی ہے کہ ہر ہر حرف میں ایک امر جلیل پوشیدہ شامل ہے، جس کا مرتبہ لوگوں کے نزدیک حساب جمل (حروف ابجد) کے مطابق عظیم ہے ـ اور پھر بطور رمز ان سے اللہ جلشانہ کے اسماء، صفات اور ان نعمتوں کو جن سے اس نے اپنی مخلوق کو نوازا ہے، استخراج کریں، یا ان سے اس امت کے ختم تک پہنچنے کا بیان، یا اس کے بادشاہوں، اماموں، اور ان اراضی کا شمار سمجھا جائے جہاں تک اس امت کی رسائی ہوگی، اور یہ ساری باتیں [illegible]ت اختصار کے ساتھ مذکور ہوئی ہیں، بلکہ ان کے بیان سے رمز و کنایہ [illegible]تفا کیا گیا ہے ـ اور شرح و بسط سے بیان کرنے کی بجائے اشارے سے کام [illegible] ہے، اور کسی نیکی کی قوت اللہ تعالی کی توفیق کے بغیر نہیں ہوتی، [illegible] و برتر اپنی مخلوقوں کو اپنی قدرت کا علم عطا کرتا ہے ـ اور اسی کو [illegible] کہ جس کو چاہے ایسی چیز میں شامل کردے جیسے وہ چاہے، [illegible] کے رموز کو ایسے لطیف اشیاء پر مبنی کیا ہے کہ عقلیں ان [illegible] اور ادراک کے سارے ذرائع عاجز، ان کی حقیقت کا [illegible] اللہ تعالی نے دونوں امر (زبان و سمع) [illegible] اور کسی (نیکی کی) [illegible]

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حروف سورتوں کے نام کی جگہ (مستعمل ہوئے) ہیں - اور اللہ تعالی کو سزاوار ہے کہ سورتوں کا نام جو چاہے رکھے، جیسا کہ اپنی کتابوں کے نام رکھے ہیں - اس بناء پر اسماء جنس کی انتہا پانچ حروف ہیں، اسی طرح دوسری سورتوں کے حروف مقطعات کو سمجھنا چاہئے - دلیل یہ ہے کہ ہر وہ سورہ جس کی ابتداء میں یہ حروف آئے ہیں ان سے وہ سورہ ایسا ملا ہوا ہے گویا وہ ان ہی پر مبنی ہے، اور سمجھ کی قوت اللہ تعالی ہی کی توفیق سے ہے -

یہ بھی جایز ہے کہ یہ حروف بطور تشبیب مستعمل ہوئے ہیں - جیسا کہ ہم اس سے قبل ذکر کر چکے ہیں، تاکہ منظوم اور منثور کلام کی تفصیل ہو جائے، کیونکہ مشہور یہ ہے کہ کسی معشوق کے بارے میں نظم کئے ہوئے اشعار میں محبوب کے اوصاف کا ذکر ہوتا ہے پھر مقصود سے خروج کرتے ہیں، یہی حال اللہ تعالی کے نازل کئے ہوئے کلام کا ہے، چنانچہ کلام منزل میں بھی عام کلام کے مختلف صنف، مثلاً عاشقانہ وغیرہ آئے ہیں، البتہ اس طرح پر کہ کلام منزل کی مثال عام کلام سے الگ ہے، اسی طرح امر تشبیب کو بھی سمجھنا چاہئے - اور کسی سمجھ کی قوت اللہ ہی سے حاصل ہوتی ہے -

یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالی نے ان حروف کو اپنے ارادے کے مطابق نازل کیا ہو تاکہ ان حروف میں غور کرنے کے ساتھ اپنے بندوں کا امتحان لے، اور بندے اپنے مقصد کو اللہ تعالی کے حقیقی معنی کے سپرد کردیں، کہ اسی سے مراد بر آتی ہے - (. : و تسلیم المراد فی حقیقة معناه و الذی له یزال ذلك،، اس عبارت میں واؤ عاطفه حذف کردیں) اور بندہ اعتراف کرے کہ یہ حروف متشابہات میں سے ہیں جن کا اصل مقصد انسان پر واضح نہیں ہوسکتا - اور ان میں کفر و الحاد کا تعلق ہے (کہ زیادہ اصرار سے کفر و الحاد میں پڑنے کا خوف ہے) -

اس بات کا بھی احتمال ہے کہ چونکہ اللہ کو علم تھا کہ یہ لوگ (قریش کے لوگ) سرکشی کرینگے اور قرآن حکیم سے روگردانی کریں گے اور کہیں گے ''اس قرآن پاک کو نہ سنو اور اس کے بارے میں لغو کلام کرتے تھے،'' اس لئے اللہ تعالی نے قرآن حکیم کو اس طرح نازل کیا کہ قرآن حکیم میں غور و خوض کرنے کی ضرورت سمجھیں کیونکہ اس میں ایسی عبارتیں بھی ھیں جن کو وہ نہیں جانتے تھے، غور و خوض کی ضرورت اس لئے ہوگی کہ وہ سمجھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہی کے مانند ایک فرد تھے (اور قرآن ان ھی کی زبان کی طرح عربی میں ہے)، یا بر سبیل طعن (ضرورت ہوگی)، کیونکہ قرآن پاک ان کے متداول اسلوب سے الگ ہے، چنانچہ پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسی آیتیں پڑھ کر سنائیں جو انہیں مجبور کرتی ھیں اس بات کے یقین کرنے پر کہ یہ قرآن اس ذات باری تعالی کی طرف سے ہے جو تدبیر اشیاء کا مالک ہے، اس لئے ان حروف (مقطعات) کے آگے انہیں غور و فکر کرنا پڑا سارے حروف سے قطع نظر کرکے، اور تامل کی قوت اللہ تعالی ھی کی توفیق سے حاصل ہوتی ہے۔

بعض اھل علم یہ کہتے ھیں کہ ان حروف کے ذریعہ اللہ تعالی نے اپنی مخلوق کو قرآن کی طرف بلایا، اور اللہ ھی کو علم ہے کہ ان حروف سے اس کی کیا مراد ہے۔

اللہ تعالی کا قول ہے: ''ذلك إلكتاب،'' یعنی یہ کتاب اشارہ ہے اس کتاب کی طرف جو اس کے پاس ہے۔ اور اس طرح کا استعمال مشہور ہے لغت میں، اور 'ذلك' کا استعمال 'هذا' (یہ) کے معنی میں جائز ہے۔

بعض لوگ کہتے ھیں 'ذلك' اپنے معنی یعنی اشارہ بعید کے لئے آیا ہے، اور یہ اشارہ ہے اس کتاب کی طرف جو چمک دار چہروں والے نیکوکاروں کے ہاتھوں میں ہے۔

اللہ تعالی کا قول ہے: 'نہیں کوئی شک اس میں' یعنی اس کتاب میں'۔ لوگوں نے اس کی کئی توجیہیں کی ہیں جن کا ماحصل دو توجیہیں ہیں: (۱) تم اس میں شک نہ کرو کہ یہ (قرآن حکیم) اللہ تعالی کی طرف سے ہے۔ کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے: (۲) 'اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب امانت دار ثقہ لوگوں کے ہاتھوں میں نازل کی گئی ہے۔

اللہ تعالی کا قول ہے: 'ھدی' (یہ کتاب راہ نمائی کرتی ہے)۔

کچھ لوگوں نے دو وجہیں بیان کی ہیں: (۱) ھدایت یعنی بیان اور وضاحت ہے، اگر یہی معنی مراد ہے تو تقوی والے اور غیر تقوی والے دونوں کے لئے برابر برابر بیان و وضاحت ہے۔

دوسرا مفہوم ھدایت کا رشد، حجت اور دلیل ہے،

پھر لوگوں نے دلیل کے معنی میں اختلاف کیا ہے:-

راوندی(۱) کا قول ہے دلیل صرف اسی وقت راھنمائی کرتی ہے جب کہ

---

(۱) احمد بن یحیی بن اسحاق ابو الحسین راوندی یا ابن الراوندی۔ رے اور واؤ مفتوحہ کے ساتھ اصفہان کے ایک گاؤں 'راوند' کی طرف منسوب ہے۔ بغداد کا رہنے والا اور برملا الحاد کا اظہار کرنے والا فلسفی تھا، ابن خلکان کا بیان ہے کہ علماء کلام کی ایک جماعت کے ساتھ اس کی نشستیں رہیں اور بہت سے مناظرے ہوئے۔ چند معتقدات میں منفرد ہے جن کو محققین نے اپنی کتابوں میں اس کے بیانات کے ساتھ نقل کیا ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ مشہور زندیق تھا، سلطان کی طلب پر راہ فرار اختیار کی، اور اہواز میں ابن لاوی یہودی کی پناہ میں رہا، یہاں کے قیام میں اس یہودی کے لئے اس نے اپنی ایک کتاب لکھی جس کا نام 'الدامغ للقرآن' رکھا، ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: ابن الراوندی، مشہور زندیق، ابتداء میں متکلمین معتزلہ میں سے تھا، پھر زندقہ اختیار کیا اور الحاد میں مشہور ہوا، کہا جاتا ہے انتہائی دانشمند تھا، اس کے حالات بیان کرنے والوں نے تقریباً ایک سو چودہ کتابوں کی نسبت اس کی طرف کی ہے: جن میں سے چند یہ ہیں: فضیحۃ المعتزلۃ، ''التاج''، ''الزمرد''، نیز اس نے شریعت پر طعن و تشنیع میں بارہ کتابیں لکھیں۔ معتزلہ کا ایک فرقہ ''راوندیہ'' اسی کی طرف منسوب ہے۔ رحبۃ مالک بن طوق (رقہ اور بغداد کے درمیان ایک مقام) میں ۲۹۸ھ/۹۱۰م میں مرا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ کسی سلطان نے بغداد میں اسے سولی پر چڑھایا۔ دیکھئے وفیات الاعیان ۱/۲۷، تاریخ ابن جوزی ۱/۲۰۸، مروج الذھب المسعودی ۷/۲۳۴، البدایۃ والنہایۃ ۱۱/۱۱۲، الملل والنحل الشہرستانی ۱/۸۱، ۹۶، لسان المیزان ۱/۳۲۳، شرح نہج البلاغۃ ۳/۵۱، معاھد التنصیص ۱/۱۵۵، اور النجوم الزاھرۃ ۳/۱۷۵۔

اس سے راہنمائی حاصل کی جائے۔ کیونکہ دلیل (راہنمائی) مستدل (رہنمائی طلب کرنے والے) کا عمل ہے، جو استدلال سے مشتق ہے جیسا کہ ضارب اور ضرب وغیرہ میں تعلق ہے۔

دوسرے لوگوں کا قول ہے کہ دلیل خود دلیل ہے، اگرچہ اس سے رہنمائی (دلیل) طلب نہ کی جائے، کیونکہ وہ حجت ہے، اور حجت ہر حال میں حجت ہے اگرچہ اس سے حجت نہ چاہی جائے۔ البتہ دلیل استدلال سے دلالت کرنے والی بنتی ہے، جو دلیل نہ چاہے اس کے لئے دلیل خود بنفس لنفیس دلیل ہوتے ہوئے بھی دلالت کرنے والی نہیں بنتی، بلکہ اس پر حیرت طاری ہوتی ہے اور بصارت کا فقدان ہوتا ہے، چنانچہ اللہ کا قول ہے ''واذا ما انزلت سورة، توبہ : ۱۲۴، (اور جب کوئی سورت اتاری جاتی ہے،) دوسرا قول ہے : فاما الذین آمنوا فزادتھم ایمانا وھم یستبشرون، واما الذین فی قلوبھم مرض فزادتھم رجسا، توبہ، ۱۲۴، ۱۲۵، اور جو لوگ ایمان لاچکے ان کے ایمان میں (اس سورت نے) زیادتی کی اور وہ لوگ خوش ہوتے ہیں، البتہ وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے تو (اس سورت نے) ان کی ناپسندیدہ بیماری) کو بڑھا دیا۔

اللہ تعالی کا قول ہے : ''للمتقین الذین یومنون بالغیب،، (یہ کتاب ہدایت ہے) متقین کے لئے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اس کی دو توجیہیں ہیں، (۱) اللہ پر نہ دیکھ کر ایمان لاتے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے انہوں نے وہ نہیں طلب کیا جس کو سابقہ امتوں نے اپنے اپنے پیغمبروں سے طلب کیا، مثلاً بنی اسرائیل نے موسی علیہ السلام سے کہا : لن نومن لک حتی نری اللہ جھرة، البقرة، ۵۵، ہم ہرگز آپ پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ہم اللہ کو کھلم کھلا دیکھ لیں۔

(۲) دوسری توجیہ یہ ہے کہ متقین قرآن حکیم کے غیب پر ایمان لاتے ہیں اور ان وعدوں اور وعیدوں کا یقین کرتے ہیں جن کی خبر اللہ تعالی

نے قرآن میں دی ہے، ساتھ ہی قرآن کے امر و نہی، بعث، جنت اور دوزخ پر عقیدہ رکھتے ہیں ۔ اور ایمان یعنی یقین کرنا غیب ہی کے ساتھ ضروری ہے کہ مفہوم غیب کو سچ سمجھنا تصدیق ہے، اور تصدیق و تکذیب خبر سے تعلق رکھتی ہے، اور خبر غیب سے متعلق ہے مشاہدہ سے نہیں۔

یہ آیت ان لوگوں کے قول کی تردید کرتی ہے جو کہتے ہیں، کہ ساری طاعتیں ایمان ہیں، کیونکہ ان کے لئے ایمان کی نسبت ہے اور اقامت صلاۃ اور زکات دینے کو ایمان نہیں کہا، کہ اللہ کا قول ہے ''الذین یومنون بالغیب،،، وہ لوگ جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں ۔

وقوله : و یقیمون الصلاۃ، اور یہ متقی لوگ نماز قایم کرتے ہیں ۔

یہ بھی دو توجیہوں کی حامل ہے : ایک احتمال یہ ہے کہ یہ لوگ مشہور و معروف نماز ادا کرتے ہیں، ان کو قایم کرتے ہیں' رکوع اور سجود کو پوری طرح ادا کرتے، اور اپنے دل کو ان ارکان پر پوری طرح عاجزی کے ساتھ دھیان دیتے ہیں۔ اور نیت میں خلوص دل کا خیال رکھتے ہیں' جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ''دیکھو اس کو جس سے تم چپکے چپکے دعا کرتے ہو، (الفاظ ''النظر من تناجی،، کتب احادیث میں، جہاں تک مراجع دستیاب ہیں، نہیں ملتے ۔ اس کا مفہوم البتہ دوسری احادیث سے ثابت ہے مثلاً، امام بخاری نے بطریق مسروق ام المومنین حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے : ''حضرت عایشہ رض نے فرمایا : میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں التفات کے متعلق پوچھا، آپ نے فرمایا، یہ ایک شیطان کی جھپٹ ہے کہ بندے کی نماز سے کچھ اچک لیتا ہے،، اور ابو داؤد و نسائی کی روایت ہے جس کو حاکم نے صحیح کہا ہے، : کہ بندہ کی نماز میں اللہ اس پر متوجہ رہتا ہے، جیسے ہی بندہ کی توجہ ہٹی تو اللہ بھی اس سے توجہ ہٹا لیتا

ہے ـ تفصیل کے لئے دیکھئے ارشادالساری شرح صحیح بخاری للقسطلانی ج ۲ ص ۸۱ مترجم) ـ

آیت کا یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے : حمد اللہ تعالی کے لئے اور ثناء اس کی نعمت و رحمت پر ہے ، اگر یہ معنی ہے تو صلاۃ دنیا و آخرت میں منسوخ ہونے یا مرفوع ہونے (اٹھنے) کا احتمال نہیں رکھتی ـ

وقوله : ''و مما رزقناھم ینفقون'' اور اس چیز سے جو ہم نے ان کو رزق دی ہے وہ خرچ کرتے ہیں ـ

یعنی اس مال و دولت کو خرچ کرتے ہیں جو فرض و نفل ہونے کا احتمال رکھتے ہیں، یہ معنی بھی محتمل ہے کہ جو یہ قوئ نفوس السالی ہیں اور اعضا کی صحت بخشی ہے ان کو وہ خرچ کرتے ہیں اور ان سے مدد کرتے ہیں، واللہ اعلم ،

وقوله : ''والذین یومنون بما انزل الیک'' اور جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اس پر جو، اے نبی صلعم! آپ پر اتارا گیا ہے،

دو مفہوم ہوسکتے ہیں ، (۱) یعنی قرآن حکیم کی وہ آیتیں جو آپ پر اتاری گئی ہیں ، (۲) وہ احکام اور شریعتیں جن کا ذکر قرآن حکیم میں نہیں اور آپ پر اتاری گئی ہیں ـ

وقوله : ''وما انزل من قبلک'' اور اس پر جو آپ سے پہلے اتارا گیا ،

یہاں بھی دو مفہوم ہوسکتے ہیں، (۱) یعنی وہ کتابیں جو آپ کے سوا سارے پیغمبروں پر اتاری گئیں، (۲) وہ شریعتیں اور اخبار جو کتابوں کے سوا ہیں، واللہ اعلم ـ

(جاری)